مکــرراتُ القــــرآن

یعنی

قرآن مجید میں مکرّر آیتیں کیوں ہیں؟

(ایک قدیم مقالہ جو جنوری ۱۹۰۹ء میں ''الندوہ'' میں شائع ہوا تھا)

علامہ سید سلیمان ندویؒ

ایک دن نواب صدیق حسن خان کی تفسیر دیکھ رہا تھا کہ اس عبارت پر نظر پڑی:

وقد نبغت فی ھذا القرآن طائفة تفسّر القرآن برأیھا وتحذف منه الآیات المتوالیات تسمی بالنیفریة

''اس زمانہ میں ایک فرقہ پیدا ہوا ہے جو اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کرتا ہے اور مکرّر آیتوں کو قرآن سے خارج سمجھتا ہے۔ اس فرقہ کا نام نیفریہ (نیچری) ہے۔''

کیا ہندوستان میں کوئی ایسا فرقہ بھی ہے جو مکرّر آیتوں کو خارج از قرآن سمجھتا ہو؟

مخالفینِ اسلام کا قرآن مجید کے اسلوبِ بلاغت پر ایک اعتراض یہ ہے کہ قرآن مجید میں ایک ہی قصہ مکرر سہ کرّر بیان ہوتا ہے' ایک ہی آیت بار بار آتی ہے' ایک ہی بات سو سو دفعہ دہرائی جاتی ہے' اس بار بار کی تکرار سے کیا حاصل؟ اس سے کلام کا لطف جاتا رہتا ہے اور کلام بدمزہ ہو جاتا ہے' پوری کتاب میں ایک بات کو ایک دفعہ کہہ دینا کافی ہے' قرآن مجید میں حضرت آدمؑ' حضرت عیسٰیؑ' حضرت موسٰیؑ کے قصے ہر جگہ بیان کئے گئے ہیں' سورۂ رحمٰن میں ﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ﴾ اور سورۃ المرسلات میں ﴿وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ﴾ ایک ایک آیت کے بعد ہے اور بعض جگہ بالکل بے جوڑ ہے۔

لیکن یہ اعتراض کوئی نیا اعتراض نہیں۔ علمائے اسلام نے اس کے متعدد جوابات دیئے ہیں۔ علامہ کرمانی المتوفی ۷۸۶ھ نے ایک مستقل رسالہ اس باب میں لکھا ہے'

جس میں انہوں نے اپنا نظریہ یہ قرار دیا ہے کہ قرآن میں کوئی مکرّر بات نہیں' جہاں جہاں قرآنِ مجید میں بظاہر ایک ہی معنیٰ مکرّر معلوم ہوتے ہیں وہاں یہ ثابت کیا ہے کہ ہر جگہ مختلف معنیٰ مراد ہیں' اس لئے یہ اعتراض ہی غلط ہے کہ قرآنِ مجید میں ایک ہی بات بار بار آئی ہے۔

مثنوی میں مولانائے روم نے اس اعتراض کا ایک اور جواب دیا ہے' جو گو شاعرانہ استدلال ہے مگر نہایت لطیف ہے۔ وہ کہتے ہیں ہم روزانہ دن رات ایک ہی کھانا کھاتے ہیں اور ایک ہی قسم کا پانی پیتے ہیں' لیکن ہم کو کبھی اس بات کی شکایت نہیں ہوتی کہ بار بار ہم ایک ہی کھانا اور ایک ہی قسم کا پانی کیوں پیتے ہیں' اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ہم کھانا کھاتے یا پانی پیتے ہیں تو ہم کو ایک نئی بھوک اور نئی پیاس معلوم ہوتی ہے اس لئے ہر وقت کے پانی میں ہم کو ایک نیا لطف ملتا ہے' اور ہم یہ نہیں کہتے کہ یہ تو وہی پانی ہے جو ہم بار بار پی چکے' اب اس میں کیا مزہ رہا' اسی طرح جو لوگ تشنۂ ایمان ہیں اور جن کو سرچشمۂ ایمان کی تلاش ہے ان کو ہر آیت میں ایک نیا لطف حاصل ہوتا ہے' اور ایک نئی لذت ملتی ہے' اس لئے ان کو تکرار بدمزہ نہیں معلوم ہوتی۔

غرر درر میں شریف مرتضیٰ علم الہدیٰ (المتوفی ۴۳۶ء) نے اور الفوز الکبیر میں شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے بھی مکرّراتِ قرآن پر مفصل بحثیں کی ہیں' لیکن اصل یہ ہے کہ قرآن مجید میں جو تکراریں ہیں وہ مختلف قسم کی ہیں اور ان بزرگوں نے جو جوابات دیئے ہیں وہ صرف خاص خاص قسم کی تکراروں کے متعلق ہیں' اس لئے اوّل ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ قرآن مجید میں کس کس قسم کی تکرار ہے۔

قرآن مجید کو غور سے شروع سے آخر تک پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں دو قسم کی تکرار ہے' لفظی تکرار اور معنوی تکرار۔

۱) معنوی تکرار سے یہ مقصود ہے کہ ایک ہی مفہوم اور ایک ہی معنیٰ کو خاص الفاظ کی پابندی کے بغیر بار بار کہنا۔ قرآن مجید میں حضرت موسیٰؑ کا قصہ یا نماز کی تاکید مختلف الفاظ میں جا بجا آئی ہے' لیکن ان معنوں کے ادا کرنے کے لئے کوئی خاص عبارت نہیں

اختیار کی گئی ہے' بلکہ مختلف طرز اور مختلف طریقوں سے ایک ہی مفہوم ادا کیا گیا ہے۔

۲) لفظی تکرار سے مراد یہ ہے کہ ایک ہی مفہوم کو کسی خاص عبارت اور الفاظ کے ساتھ بار بار ادا کرنا' مثلاً سورۂ رحمٰن میں ﴿ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴾ کی تکرار۔ شریف مرتضیٰ کا جواب اسی تکرار سے متعلق ہے۔ ہم پہلے معنوی تکرار کو بیان کرتے ہیں۔

معنوی تکرار

معنوی تکرار عموماً چند موقعوں پر ہے' بعض خالص پُر اثر قصوں کی تکرار' مثلاً حضرت موسیٰؑ اور حضرت آدمؑ کا قصہ اور بعض خاص خاص فرائض اور عقائد کی تکرار' مثلاً نماز و توحید و معاد کا بیان' خدا کے صفات و احسانات اور مظاہرِ قدرت کا ذکر۔

تکرارِ قصص

قرآن مجید میں جو قصّے مذکور ہیں وہ دو قسم کے ہیں۔ بعض قصّے ایسے ہیں جن کا بیان قرآن مجید میں دہرا دہرا کر آتا ہے' مثلاً حضرت موسیٰؑ اور حضرت ابراہیمؑ کے قصّے' اور بعض قصّے ایسے ہیں جن کا ذکر کہیں ایک موقع پر آ گیا ہے' اور دوسری مرتبہ بالکل نہیں ہوا' مثلاً ذوالقرنین' اصحابِ کہف' حضرت یوسف' حضرت یونس' حضرت زکریا' حضرت داوٗد' حضرت سلیمان' حضرت طالوت وغیرہم کے قصّے (صلوات اللہ علیہم اجمعین)

جن انبیاء علیہم السلام کے قصّے بار بار آئے ہیں وہ صرف چار ہیں: حضرت آدمؑ حضرت ابراہیمؑ' حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ۔

اس کے متعلق دو باتیں قابلِ غور ہیں۔ اوّلاً یہ کہ انہی چار انبیاء کے قصّے دہرائے گئے ہیں' ثانیاً یہ کہ ان کے دہرانے کی ضرورت کیا ہے؟

سب سے پہلے ہم کو اس پر غور کرنا چاہئے کہ قرآن مجید میں اس کثرت سے قصّے کیوں مذکور ہیں! اصل یہ ہے کہ انسان کی فطرت میں داخل ہے کہ وہ غیروں کے حالات اور سرگزشت سے بالطبع نصیحت حاصل کرتا اور متاثر ہوتا ہے۔ اس بنا پر قرآن مجید اور تمام کتبِ سماوی میں جا بجا قصّے مذکور ہیں جن سے یہ ثابت ہے کہ قومیں خدا کی نافرمانی سے کس قدر مبتلائے آلام ہوتی ہیں اور نیک نفس قوموں کو خدا کس قدر عروج و

راحت عطا کرتا ہے۔ لیکن چونکہ اس قسم کے قصے جب تک بار بار کان میں نہ ڈالے جائیں ان سے صحیح عبرت اور کامل اثر نہیں حاصل ہوتا۔ اس لئے قرآن مجید میں ایسے عبرتناک قصے بار بار دہرائے جاتے ہیں۔

ایک بڑی وجہ ان قصوں کے تکرار کی یہ ہے کہ جس طرح ایک دلیل مختلف دعووں پر اثر کرتی ہے' ایک قصہ سے مختلف نتائج مستنبط ہوتے ہیں اور متعدد قوموں پر ان سے استشہاد پیش کیا جاتا ہے' اس لئے ہر جگہ ان قصوں کے اعادہ سے مختلف نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ مثلاً حضرت موسیٰؑ کا قصہ قرآن میں بار بار آیا ہے' مگر غور کرو' ہر جگہ ایک جدید نتیجہ کی طرف اس سے اشارہ کیا گیا ہے' کہیں تو اظہارِ قدرت کے موقع پر حضرت موسیٰؑ کا قصہ بیان کیا گیا ہے' کہیں بنی اسرائیل پر خدا نے اپنے احسانات کے اظہار کے موقع پر اس قصہ کا ذکر کیا ہے' کہیں نافرمان قوموں کی ہلاکت پر اس قصہ سے استشہاد کیا گیا ہے' کہیں اس سے بنی اسرائیل کی شرارت اور کفرانِ نعمت کو ثابت کیا گیا ہے' کہیں اس قصہ کے ذریعہ سچے نبی اور جھوٹے لوگوں میں فرق بتایا گیا ہے' کہیں اس میں خدا نے حضرت موسیٰؑ پر اظہارِ احسان کیا ہے' کہیں اس سے فرعون کے کفر' غرور اور نخوت کا تذکرہ مقصود ہے' کہیں اس سے انسان کی فطری کمزوری کا اظہار کیا گیا ہے۔ حضرت آدمؑ کے قصہ سے خدا کے احسانات' انسان کی کمزوری' نفسِ امارہ کی شرارت' نوعِ انسانی کی عظمت' غرور کی مذمت' مختلف باتوں پر استدلال ہوسکتا ہے۔

غرضیکہ تم اس سے نتیجہ نکال سکتے ہو کہ صرف ایک قصہ سے کس قدر مختلف نتیجے پیدا ہو سکتے ہیں۔ قرآن مجید میں جو ایک ہی قصہ کی بار بار تکرار ہوتی ہے' دراصل ہر جگہ اس قصہ سے ایک جدید نتیجہ کی طرف اشارہ مقصود ہوتا ہے' اس لئے وہ تکرار غیر مفید نہیں ہوتی۔

جیسا کہ ہم نے اوپر اشارہ کیا ہے' یہاں پہنچ کر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ تمام انبیاء میں سے صرف چند خاص انبیاء حضرت آدمؑ' حضرت ابراہیمؑ' حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے واقعات کا اعادہ کیوں بار بار ہوتا ہے؟ اس کا حقیقی جواب یہ ہے کہ قرآن مجید کے اصلی مخاطب صرف چار تھے: عموماً عام انسان اور خصوصاً مشرکین عرب' یہود اور

نصاریٰ۔ عام نوع انسان کی عبرت اور تاثیر کے لئے حضرت آدم علیہ السلام کے قصے کی تکرار کی جاتی ہے' مشرکین عرب چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بے انتہا گرویدہ اور معتقد تھے' اس لئے ان کے لئے حضرت ابراہیمؑ کے واقعات سے' یہودیوں کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور نصاریٰ کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قصوں سے استدلال پیش کیا جاتا ہے اور ان ہی چار انبیاء کے نام اور قصے بار بار آتے ہیں۔ اور چونکہ عرب میں خصوصاً مدینہ میں یہودی زیادہ تر آباد تھے اس لئے حضرت موسیٰؑ کا نام سب سے زیادہ آیا ہے' ان کے بعد مشرکین کا درجہ ہے' جن کو حضرت ابراہیمؑ سے تعلق ہے اور آخر میں عیسائی ہیں' چنانچہ اس کی تصدیق ذیل کی تفصیل سے ہوگی:

۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نام قرآن مجید میں ۱۳۵ مرتبہ آیا ہے۔
۲) حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام قرآن مجید میں ٦٦ مرتبہ آیا ہے۔
۳) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام قرآن مجید میں ۲۴ مرتبہ آیا ہے۔

فرائض وعقائد کی تکرار

اکثر فرائض اور عقائد کا بیان نہایت تکرار کے ساتھ آتا ہے اور یہ دراصل وہی چیزیں ہیں جو منتہائے اسلام ہیں اور وہ حسبِ ذیل ہیں:

ایمان' نماز' زکوٰۃ' توحید' صفاتِ خدا' تاکید یادِ خدا' اظہارِ قدرتِ خدا' مذمتِ شرک' قیامت' حشر' جزاء' سزا' ذکرِ موت' ذکرِ دوزخ وجنت' مذمتِ دنیا' اخلاق وعملِ صالح۔

یہی بیانات ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں ہر جگہ بار بار آتا ہے' خصوصاً ان میں ایمان' نماز' توحید و مذمتِ شرک' دوزخ و جنت کا ذکر نہایت کثرت سے ہے جن کا اندازہ ذیل کے بیان سے ہوگا:

۱) مدحِ توحید و مذمتِ شرک و کفر کا ذکر قرآن مجید میں ۳۵۰ مرتبہ سے زیادہ آیا ہے۔
۲) ایمان کا ذکر اور حکم قرآن مجید میں ۳۰۰ مرتبہ آیا ہے۔
۳) بہشت کا ذکر قرآن مجید میں تقریباً ۱۹۵ مرتبہ آیا ہے۔
۴) دوزخ کا ذکر قرآن مجید میں تقریباً ۲۰۰ مرتبہ آیا ہے۔

۵) نماز کا ذکر اور حکم قرآن مجید میں ۱۰۰ مرتبہ سے زیادہ آیا ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے ان مذکورہ بالا فرائض و عقائد کے متعلق الفوز الکبیر میں ایک بہت دلچسپ بحث لکھی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ خدا نے قرآن مجید میں جن امور کا ذکر کیا ہے وہ دو طرح کے ہیں:

اوّل وہ امور ہیں جو محض قانونی اور تشریعی حکم رکھتے ہیں اور جن سے مقصد صرف یہ ہے کہ مخاطب کو اُن کا علم ہو جائے، مثلاً طلاق، خلع، ظہار، ایلاء، وراثت، سزائے سرقہ، قصاص، شہادت، سزائے زنا وغیرہ۔

دوم وہ امور، جو قانونی اور تشریعی نہیں بلکہ وہ ایسے عقائد یا اعمال ہیں جن کے متعلق خدا یہ چاہتا ہے کہ وہ انسان پر چھا جائیں، انسان میں سما جائیں، انسان بالکل ان میں رنگ جائے، ان کا سخت معتقد یا پابند ہو جائے۔ خدا ان ہی چیزوں کو بار بار کہتا ہے، اور سو سو دفعہ دہراتا ہے تا کہ مخاطب اس قدر متاثر ہو جائے کہ ہل نہ سکے۔ ایمان، نماز، روزہ، توحید، حشر، جزاء، سزا وغیرہ جن کا ذکر قرآن مجید میں ہر جگہ ہے، وہ اسی قسم کے امور ہیں، جن کی تکرار سے مقصود یہ ہے کہ یہ چیزیں نفس پر بالکل چھا جائیں۔

اس کی صحیح مثال یہ ہے کہ اگر ہم خیام اور حافظ کو غور سے پڑھیں تو معلوم ہو سکتا ہے کہ ان کے پاس رندی و عاشقی کے صرف چند مضامین ہیں جن کو وہ الٹ پھیر کر ہمیشہ باندھا کرتے ہیں، لیکن جب ہمارے سامنے کوئی شعر اُن کا آ جاتا ہے تو ہم اس سے ایک نیا لطف حاصل کرتے ہیں۔ قرآن مجید کی بار بار تلاوت کرنے کا اسلام نے جو حکم دیا ہے اس کا بھی یہی راز ہے۔ شاہ صاحبؒ کی اصل عبارت یہ ہے:

> اگر پرسند مطالب فنون خمسہ چرا در قرآن عظیم مکرّر گفتہ شد، چرا یک اکتفا نہ رفت گوییم آنچہ خواہم کہ سامع را افادہ نمایم دو قسم می باشد، تعلیم مالا یعلم بود (غیر معلوم امر کا بتانا) پس مخاطب حکمے رانمی دانست و ذہن او ادراک او نہ کردہ بود باستماع ایں کلام آں مجہول معلوم شود، و آں نادانستہ، دانستہ گردد و دیگر آنکہ مقصود گیرد استحضار صورت آں علم در مدرکہ او باشد تا ازاں لذت فراواں گیرد وقوائے قلبیہ و ادراکیہ دراں علم فانی شوند و رنگ ایں علم بر ہمہ قویٰ غالب آید،

چنانکہ معنی شعری را کہ ما آں را دانستہ ایم مکرّر می گوید' ہر بار لذتے می یابیم و بریں لذت تکرار آں دوست می داریم' لہٰذا در شریعت بہ تکرار تلاوت امر فرمودند (الفوز الکبیر' مطبوعہ کلکتہ' ص ۸۶' ۸۷)

یہ جواب حرف بحرف صحیح ہے اور اس پر کسی اضافہ کی گنجائش نہیں۔

لفظی تکرار

قرآن مجید میں لفظی تکرار بھی بہت ہے۔ ایک ایک آیت ایک ہی سورۃ میں بیسیوں مرتبہ آتی ہے' ایک ہی آیت میں ایک ایک لفظ یکے بعد دیگرے دُہرا دیا جاتا ہے۔

ہم پہلے الفاظ کی تکرار کو بیان کرتے ہیں۔ اس قسم کی تکرار ہر زبان میں موجود ہے اور اس کو اصطلاحِ نحو میں تاکید کہتے ہیں۔ ہم ہمیشہ بولتے ہیں دیکھو دیکھو' نہیں نہیں' زید زید۔ اس دوسرے لفظ سے مقصود صرف کلام پر زور ڈالنا ہوتا ہے۔ قرآن مجید کی جن آیتوں میں اس قسم کی تکرار ہے وہ محض تاکید کے لئے ہے۔ اس تکرار کی چند مثالیں یہ ہیں:

﴿اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ۞ ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ۞﴾ (القیامۃ: ۳۴' ۳۵)

''ہلاکت ہو تمہارے لئے ہلاکت' پھر ہلاکت ہو تمہارے لئے پھر ہلاکت''۔

﴿كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۞ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۞﴾ (التکاثر: ۳' ۴)

''ہرگز نہیں' تم عنقریب جان لوگے' پھر ہرگز نہیں' تم عنقریب جان لوگے''۔

عربی اشعار میں بھی اس قسم کی تکرار کی بیسیوں مثالیں ملتی ہیں۔ خنساء کہتی ہے:

اردت لنفسی بعض الامور

فاولٰی لنفسی اولٰی بھا

''میں نے اپنے لئے بعض چیزوں کا ارادہ کیا' تو ہلاکت ہو میرے نفس کے لئے ہلاکت''۔

فراء نے اس قسم کی تاکید کی مثالیں بہت سی پیش کی ہیں جن کو ہم غرر درر سے نقل کرتے ہیں:

کائن و کم عندی لھم من صنیعۃ

ایادی ثنوّھا علیّ واوجبوا

''ان لوگوں کے کتنے اور کتنے احسان ہم پر ہیں' ایسے احسانات جن کو دوبارہ

انہوں نے کیا۔''

دیکھو اس مصرع میں الفاظ کی کتنی تکرار ہے:

کم نعمۃً کانت لکم کم کم وکم

''کتنے تمہارے احسانات ہیں' کتنے' کتنے اور کتنے؟''

ایک عربی شاعر کہتا ہے۔

نعق الغراب ببین لبنی غدوۃ

کم کم وکم لفراق لبنی تنعق

''کوّے نے صبح کو لبنیٰ کے فراق کی آواز دی۔ اے کوّا تو لبنیٰ کے فراق کی کتنی' کتنی اور کتنی آواز دے گا''۔

حاصل یہ ہے کہ اس قسم کے تاکیدی الفاظ کی تکرار عربی زبان میں کثرت سے ہے' اور قرآن مجید میں بھی یہ اسلوب جابجا استعمال کیا گیا ہے۔

اب صرف ایک بات بیان کرنی رہ گئی' قرآن مجید کی ایک ہی سورۃ میں ایک ایک آیت کی تکرار بار بار کی جاتی ہے۔ سورۃ الرحمٰن میں ﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ﴾ (تو تم اپنے خدا کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟) ۲۱ مرتبہ' ایک ایک آیت کے بعد آیا ہے' سورۃ المرسلات میں ﴿وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ﴾ (اُس دن (انبیاء کی) تکذیب کرنے والوں پر افسوس ہے) ایک دو آیات کے بعد گیارہ مرتبہ آیا ہے' سورۃ القمر میں بھی اسی قسم کی تکرار ہے۔

اس کا جواب مختلف پہلوؤں سے دیا جا سکتا ہے۔

۱) قرآن مجید میں ہر جگہ مؤثر اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔ جب ہمارا مقصود یہ ہوتا ہے کہ مخاطب کو ہر طرح سے متاثر کر دیں' تو ایک ایک جملے کو بار بار کہتے ہیں' اور مخاطب پر اس کا اثر پڑتا ہے۔ مثلاً ایک شخص پر تم نے کثرت سے احسانات کیے' وہ اپنے طرزِ عمل سے ان احسانات کا انکار کرتا ہے تو تم اس کو اس طرح سمجھاتے ہو: تم ہمارے کن کن احسانات کا انکار کرو گے' کیا ہم نے تم پر یہ احسان نہیں کیا کہ تم کو رہنے کو گھر دیا' کیا یہ احسان نہیں کیا کہ تم کو روپے دے دیئے' یہ احسان نہیں کیا کہ تم کو پڑھایا۔ قرآن مجید

میں ﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ﴾ کی تکرار بھی اسی قسم کی ہے۔ دیکھو:

﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝ ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝ فِیْهِمَا عَیْنٰنِ تَجْرِیٰنِ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝ فِیْهِمَا مِنْ کُلِّ فَاکِهَةٍ زَوْجٰنِ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝﴾ (الرحمٰن:٤٦۔٥٣)

''جو اپنے خدا کے آگے کھڑا ہونے سے ڈرا اس کو دو جنتیں ملیں گی۔ تم اپنے خدا کی کن کن نعمتوں کا انکار کرو گے؟ ان جنتوں میں ہری شاخیں ہوں گی۔ تم اپنے خدا کی کن کن نعمتوں کا انکار کرو گے؟ ان میں دو نہریں بھی جاری ہوں گی۔ تم اپنے خدا کی کن کن نعمتوں کا انکار کرو گے؟ ان میں ہر میوہ دو دو قسم کا ہوگا' تم اپنے خدا کی کن کن نعمتوں کا انکار کرو گے؟''

دوسری جگہ خدا قیامت اور عذاب کا حال بیان فرماتا ہے' اور اُس وقت منکرین کی افسوس ناک حالت سے عبرت دلاتا ہے:

﴿کَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ۝ وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ ۝ هٰذَا یَوْمُ لَا یَنْطِقُوْنَ ۝ وَلَا یُؤْذَنُ لَهُمْ فَیَعْتَذِرُوْنَ ۝ وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ ۝ هٰذَا یَوْمُ الْفَصْلِ ۚ جَمَعْنٰکُمْ وَالْاَوَّلِیْنَ ۝ فَاِنْ کَانَ لَکُمْ کَیْدٌ فَکِیْدُوْنِ ۝ وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ ۝﴾ (المرسلٰت:٣٣۔٤٠)

''دوزخ کے شعلے زرد اونٹوں کی طرح ہوں گے۔ اس دن جھٹلانے والوں پر افسوس ہے۔ یہ وہ دن ہے جس میں وہ نہ بول سکیں گے اور نہ ان کو اجازت دی جائے گی کہ عذر کریں۔ اس دن جھٹلانے والوں پر افسوس ہے۔ یہ فیصلہ کا دن ہے' ہم نے تم کو اور تمہارے اسلاف کو جمع کر دیا ہے۔ اگر تم کوئی تدبیر کر سکتے ہو تو مجھ سے کرو۔ اس دن جھٹلانے والوں پر افسوس ہے''۔

تم دیکھتے ہو کہ یہ طرزِ تکرار کس قدر مؤثر ہے۔

۲) مولانا آزاد بلگرامی نے لکھا ہے کہ عربی کے قصائد اور غزلوں میں ردیف نہیں ہوتی اور نہ عرب میں دیگر اصنافِ سخن مخمس وغیرہ مستعمل ہیں جن میں ایک مصرع بار بار آتا ہے۔ قرآن مجید نے عرب کے لٹریچر پر چونکہ بہت سے اصنافِ سخن کا اضافہ

کیا ہے اسی لئے سورۃ الرحمٰن وغیرہ میں جو ایک ہی آیت بار بار آتی ہے اس کو گویا غزل مردف سمجھنا چاہئے، جس میں ایک ہی لفظ ہر شعر کے آخر میں آتا ہے۔

۳) شریف مرتضٰی نے تکرارِ آیات کا بہت اچھا جواب دیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ عرب کے اصناف سخن میں ایک قسم یہ بھی ہے کہ قصیدہ میں ایک ہی مصرع کو بار بار کہنا۔ قرآن مجید گو نثر ہے لیکن اس میں چونکہ عرب کے تمام اصنافِ کلام موجود ہیں، اس لئے بعض سورتوں میں صنف تکرار بھی اختیار کی گئی ہے۔ اس صنف کی مثالیں شعرائے عرب کے یہاں بہت ملتی ہیں۔ شریف مرتضٰی نے چند مثالیں دی ہیں۔ ہم اور بھی بہت سی مثالیں پیش کرتے ہیں۔

مہلہل بن ربیعہ ایک مشہور جاہلی شاعر ہے، وہ کلیب کے مرثیہ میں لکھتا ہے:

الا ان لیس عدلاً من کلیب
اذا خاف المغار من المغیر
الا ان لیس عدلاً من کلیب
اذا طرو الیتیم من الجزور
الا ان لیس عدلاً من کلیب
اذا ما ضیم جیران المجیر
الا ان لیس عدلاً من کلیب
اذا رجف العضاۃ من الدبور
الا ان لیس عدلاً من کلیب
اذا خرجت مخباۃ الخدور
الا ان لیس عدلاً من کلیب
اذا ما اعلنت نجوی الامور
الا ان لیس عدلاً من کلیب
اذا ضاقت رحیبات الصدور

الا ان لیس عدلاً من کلیب
اذا ما خار جار المستجیر
الا ان لیس عدلاً من کلیب
اذا طالت مقاسات الامور
الا ان لیس عدلاً من کلیب
اذا هبّت ریاح الزمهریر

اسی طرح سے بیس مرتبہ ایک ہی قصیدہ میں ایک مصرع کو دہراتا گیا ہے۔ دوسری جگہ مہلہل کہتا ہے۔

ذهب الصلح او تردّدا کلیبا
وتحلوا علی الحکومة حلا
ذهب الصلح او تردّدا کلیبا
او تذوقوا السیوف ورداونهلا

اس قصیدہ میں چھ مرتبہ یہی مصرع بار بار آیا ہے۔ مہلہل کہتا ہے۔

علی ان لیس یوفی من کلیب
اذا قودوا الیک فلا تقاد
علی ان لیس یوفی من کلیب
لا عطاء الطرائف والتلاد

اس قصیدہ میں سترہ مرتبہ ایک ہی مصرع کی مہلہل نے تکرار کی ہے۔ حارث بن عبادہ جاہلی اپنے بیٹے کے مرثیہ میں کہتا ہے۔

قربا مربط النعامة منّی
لقحت حرب وائل عن حیال
قربا مربط النعامة منّی
لیس دون اللقاء من اعتلال

حارث نے اس مرثیہ میں ایک ہی مصرع کو چوالیس بار دہرایا ہے۔ مہلہل اس مصرع کے جواب میں کہتا ہے:

قربا مربط المشهّر منی
کل شقر او اشقر ذی بال
قربا مربط المشهّر منی
فکلیب الشاب منی قذالی

اس قصیدہ میں بھی ایک مصرع چالیس دفعہ دہرایا گیا ہے۔ لیلیٰ خیلیہ جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ کی ایک مشہور شاعرہ عورت ہے' توبہ کے مرثیہ میں کہتی ہے:

لنعم الفتی یا توب کنت اذا التفت
صدور العوالی واستشال السوافل
ولنعم الفتی یا توب کنت ولم تکن
لتسبق یوما کنت فیه تجادل

اس مرثیہ میں لیلیٰ دو چار مصرعوں کو لے کر پورے قصیدہ میں ان کو دہراتی چلی گئی ہے۔ عمرہ بنت نعمان اپنے شوہر کے مرثیہ میں کہتی ہے:

وحدثنی اصحابه ان مالکا
اقام ونادی صحبه برحیل
وحدثنی اصحابه ان مالکا
ضروب تبصل الیف غیر نکول(۱)

پھر بار بار اسی مصرع کو دہراتی چلی گئی ہے۔

اس قسم کی لفظی اور معنوی تکرار صرف قرآن مجید ہی میں نہیں ہے بلکہ تورات میں بھی موجود ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ تورات میں مختلف نتائج کے لئے بیسیوں جگہ آیا ہے۔ لفظی تکرار بھی کثرت سے ہے۔ ایک مقام پر ہے:

---

(۱) یہ تمام مذکورہ بالا اشعار حرب بکر وتغلب میں ہیں۔

تم میری سنتوں کی محافظت کرو' اور میرے مقدس سے ڈرو' میں خداوند ہوں اور تم بھان متی اور جادوگروں پر التفات نہ کرو۔ اور ان کے طالب نہ ہو کہ ان کے سبب سے ناپاک ہو جاؤ گے۔ میں[1] خداوند تمہارا خدا ہوں' تو اس کے لئے جس کا سر سپید ہو اٹھ کھڑا ہوا اور بوڑھے مرد کو عزت دے۔ اور اپنے خدا سے ڈر' میں خداوند ہوں' اگر کوئی مسافر تیری زمین پر تیرے ساتھ سکونت کرے تو اس کو مت ستا' بلکہ مسافر کو جو تمہارے ساتھ رہتا ہے ایسا جانو جیسے وہ تم میں پیدا ہوا ہے' اور ایسا پیار کرو جیسا آپ کو کرتا ہے' اس لئے کہ تم مصر کی زمین پر پردیسی تھے' میں خداوند تمہارا خدا ہوں' تم انصاف کرنے میں' پیمائش کرنے میں' تولنے میں' ناپنے میں بے انصافی نہ کرو' چاہئے کہ تمہاری ترازو' پورے پیمانے پوری دس سیریاں ہوں' میں خداوند تمہارا خدا ہوں۔[2] جو تم کو زمین مصر سے نکال لایا سو تم میری ساری شریعتوں اور ساری عدالتوں کی حفاظت کرو اور ان پر عمل کرو' میں خداوند خدا ہوں۔'' (احبار' باب ۱۹)

آخر میں ایک بات کہنی اور باقی رہ گئی۔ دشمنانِ اسلام کا یہ بھی اعتراض ہے کہ سورۃ الرحمٰن میں بعض جگہ ﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ﴾ کی تکرار بالکل بے جوڑ معلوم ہوتی ہے۔ مثلاً:

﴿یُرْسَلُ عَلَیْکُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ۙ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ۞ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۞ فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَکَانَتْ وَرْدَةً کَالدِّهَانِ ۞ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۞ فَیَوْمَئِذٍ لَّا یُسْئَلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖۤ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ ۞ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۞ یُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِیْمٰهُمْ فَیُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِیْ وَالْاَقْدَامِ ۞ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۞ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیْ یُکَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ۞ یَطُوْفُوْنَ بَیْنَهَا وَبَیْنَ حَمِیْمٍ اٰنٍ ۞ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۞﴾ (الرحمٰن: ۳۵۔۴۵)

''تم پر آگ کے پگھلے ہوئے تانبے کا شعلہ بھیجا جائے گا اور تم اپنے کو نہ روک سکو

(۱) میں خداوند تمہارا خدا ہوں۔ اس فقرہ کی تکرار احبار' باب ۱۸'۱۹ میں بہت جگہ ہے۔ میں نے صرف آخری حصہ لیا ہے۔ (۲) ایضاً

گے۔تم خدا کی کن کن نعمتوں کا انکار کرو گے؟ جب آسمان پھٹ جائے گا تو سرخ مثل تیل کے ہو جائے گا۔تم خدا کی کن کن نعمتوں کا انکار کرو گے؟ اس دن کسی انسان اور جن کا گناہ نہ پوچھا جائے گا۔تم خدا کی کن کن نعمتوں کا انکار کرو گے؟ گنہگار اپنی علامت سے پہچان لئے جائیں گے' تو سر کے بال اور پاؤں پکڑ کر (ڈالے جائیں گے)۔تم خدا کی کن کن نعمتوں کا انکار کرو گے؟ یہی وہ جہنم ہے جس کا گنہگار انکار کرتے تھے' اس آگ اور گرم پانی کے درمیان طواف کریں گے۔تم خدا کی کن کن نعمتوں کا انکار کرو گے؟''

ظاہر ہے کہ ان آیتوں میں جہنم و دوزخ کے حالات بیان کئے گئے ہیں۔یہ عذاب ہے' نعمت نہیں۔اس لئے اس کے بعد یہ کہنا کہ تم خدا کی کن کن نعمتوں کا انکار کرو گے' ایک عجیب بات معلوم ہوتی ہے۔

جمہور مفسرین نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ جہنم و دوزخ گو خود نعمت نہیں ہیں' لیکن جہنم و دوزخ کے حالات بیان کر کے انسان کو عبرت دلانا ایک نعمت ہے۔ظاہر ہے کہ یہ جواب کسی قدر تاویل بارد ہے! ہمارے نزدیک اس کا اصلی جواب یہ ہے کہ جہنم و دوزخ گو خاص خاص گنہگار افراد انسان کے لئے نعمت نہیں ہے لیکن عام نوعِ انسان کے لئے خدا کا دوزخ کو پیدا کرنا بھی ایک عظیم الشان نعمت ہے' جس کے خوف سے مجرم انسان صالح ہو جاتا ہے۔

اس کا دوسرا جواب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سورۃ میں قرآن مجید نے جس صنفِ کلام کا استعمال کیا ہے اس میں یہ بھی اجازت ہے کہ گو اس مکرّر مصرع کو جو ہر شعر میں آتا ہے' دوسرے مصرع سے تعلق نہ ہو (بلکہ پہلے مصرعوں سے تعلق ہوتا ہے) مگر پھر بھی اس کو دہرا دیتے ہیں۔مہلہل کے مذکورہ بالا قصیدہ کے دو شعر سند میں پیش ہیں۔

قربا مربط المشھر منی

لیت شعری وذاک انعم حال

''مشہر (گھوڑے کا نام) کا اصطبل میرے قریب لاؤ' کاش میں جانتا اور یہ بہتر حالت ہے''۔

قــربــا مــربــط الــمشهَــر مــنــى
مــن يكــون الغـــداة رهن العوالى

''مشہر کا اصطبل میرے قریب لاؤ' کہ کل کون نیزوں کی نذر ہوگا''۔

دیکھوان دوشعروں میں پہلے مصرع کو دوسرے مصرع سے کوئی تعلق نہیں' اور نہ تیسرے مصرع کو چوتھے مصرع سے تعلق ہے' بلکہ دوسرے مصرع کو چوتھے مصرع سے تعلق ہے' مگر پھر بھی مکرّر مصرع کو مہلہل نے ان دونوں شعروں میں دہرادیا ہے۔

قرآن مجید میں بھی اس موقع پر گو دوزخ و جہنم کے ذکر کو ﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴾ سے تعلق نہیں' بلکہ اس کے ماقبل اور مابعد سے تعلق ہے' مگر پھر بھی اس کو دہرادیا گیا ہے تاکہ سلسلۂ تکرار ٹوٹنے نہ پائے۔

علومِ قرآن دراصل ایک بحرِ ناپیدا کنار ہے۔اس قسم کے نکتے صرف اس دریا کے چند حباب ہیں۔

(بشکریہ تعمیر حیات' لکھنؤ)

۞ ۞ ۞

- نظام خلافت کیا ہے؟
- یہ کن بنیادوں پر قائم ہوگا؟
- عہد حاضر میں نظام خلافت کا دستوری' قانونی' معاشرتی اور معاشی ڈھانچہ کیا ہوگا؟
- اس کے قیام کے لئے سیرت نبویؐ سے ماخوذ طریق کار کون سا ہے؟

ان تمام سوالات کے جامع' واضح اور مدلل جوابات پر مشتمل ایک بیش قیمت علمی دستاویز

''خطباتِ خلافت''

امیر تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت پاکستان

ڈاکٹر اسرار احمد کے چار خطبات کا مجموعہ

سفید کاغذ' عمدہ طباعت' صفحات 212' قیمت : (اشاعت خاص)80 ' اشاعت عام : 45 روپے